علامہ اقبال: بچوں کا نمائندہ شاعر

پروفیسر محمد دانش غنی
شعبۂ اردو، گوگٹے جوگلے کر کالج، رتنا گری۔415612

سرزمینِ مشرق نے یوں تو عظیم المرتبت شخصیتوں کو جنم دیا ہے جن کے افکار نہ صرف موجودہ دور میں اپنی کرنوں سے روئے زمین کو منور کر رہے ہیں بلکہ آئندہ صدیوں میں بھی یہی روشنی صلح و آشتی کا پیغام دیتی رہے گی، مگر علامہ اقبال جیسے شخص و شاعر کو مشرق نے جنم دے کر عوام الناس کو اپنے تابع کر لیا ہے کیونکہ مشرق کا یہی شاعر اپنی بصیرت و علمی افکار کی وجہ سے تمام عالمِ ادب کی نظروں کا مرکز بن گیا۔ اس کی شاعرانہ صلاحیت نے غلامی کے خلاف آواز بلند کی اور قومی آزادی کو ہر چیز پر فوقیت دی۔ دراصل علامہ اقبال نے حکیم الامت بن کر آنے والی نسلوں کے لیے اپنی فہم و ادراک، حکمت و بصیرت سے ایسے چراغ روشن کر دیے ہیں جن کی روشنی کبھی بھی ماند پڑنے والی نہیں ہے۔

علامہ اقبال کو دنیا ایک مفکر، فلسفی، صوفی اور انقلابی شاعر کی حیثیت سے جانتی ہے۔ ان کے انتقال کے بعد ان پر اور ان کے کلام پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے جو ایک دفتر کے برابر ہے۔ مضامین اور مقالات کا تو کیا ذکر، ان پر اور ان کی شاعری پر مستقل تصانیف کی تعداد بھی کافی بڑی ہے۔ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے اور انشاء اللہ مدتوں تک جاری رہے گا۔ ان کی شاعری کے مطالعے اور ان کی بابت تحقیق کا شوق بھی باقی رہے گا اور اس تحریری و تصنیفی ذخیرے سے ان کی شخصیت اور ان کے کلام، فکر و فلسفہ کی خوبیاں سمجھنے میں مدد ملتی رہے گی۔ اب تک جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ بھی ایسے اصحاب کی کاوش کا نتیجہ ہے جن کا مطالعۂ اقبال وسیع رہا ہے اور جو نقد و نظر کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ ان حالات میں ان کے ایک عام قاری یا کلامِ اقبال اور فکرِ اقبال کے ایک معمولی طالبِ علم کے لیے اس اہم موضوع پر کوئی نئی بات کہنا بہت مشکل ہے۔ میں اپنا شمار اقبال کے ہزاروں عام قارئین اور شیدائیوں میں کرتا ہوں اور اسی لیے جب مجھے دعوت ملی تو کچھ تذبذب ضرور ہوا، مگر پھر یہ سوچا کہ یہ موقع انہیں خراجِ عقیدت پیش کرنے کا ہے کیوں نہ ان کے متعلق اپنے تاثرات قلم بند کروں جہاں ان کا گہرا مطالعہ کرنے والے اربابِ نقد و نظر کی تحریروں سے مستفید ہوتے رہے ہیں عام قاری اپنے ہی زمرے کے ایک شیدائیِ اقبال کے تاثرات سے واقف ہو جائیں۔

اردو میں بچوں کے ادب کی روایت قدیم زمانے سے ہی ملتی ہے۔ اس روایت میں نظیؔر اکبر آبادی اور مرزا غالبؔ کا نام سب سے اول ہے، مگر اس کا باقاعدہ آغاز ۱۸۵۷ء کے غدر کی ناکامی کے بعد سرسید احمد خاں کی اصلاحی تحریک کے زیرِ سایہ ہوا۔ خواجہ الطاف حسین حالؔی، پیارے لال، علامہ شبلی نعمانی، مولوی ذکاء اللہ، محسن الملک، مولانا محمد حسین آزادؔ، ڈپٹی نذیر احمد اور دیگر رفقائے سرسید نے بچوں کے اخلاق و عادات اور ان کی ذہنی نشو و نما سے متعلق اخلاقی کہانیاں اور قصے اور دلچسپ نظمیں تخلیق کر کے بچوں کے ادب کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادب کو پروان چڑھانے میں سب سے اہم کام مولانا محمد اسماعیل میرٹھی نے انجام دیا۔

بعد کے شاعروں میں منشی تلوک چند محرومؔ، حامد اللہ افسرؔ، سرورؔ جہاں آبادی، اکبرؔ الہ آبادی، پنڈت برج نرائن چکبستؔ، نظم طباطبائی، علامہ اقبالؔ، حفیظؔ جالندھری، محوی صدیقی، اخترؔ شیرانی اور محمد شفیع الدین نیرؔ وغیرہ نے ادبی حسن سے آراستہ نظمیں تخلیق کر کے بچوں کے ادب کو نہ صرف فروغ دیا بلکہ اسے مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر قائم بھی کیا۔

بیسویں صدی کے اہم شاعروں نے بچوں کی ذہنی نشوونما اور تعلیم و تربیت کے لیے بہترین شعری ادب تخلیق کیا جن میں علامہ اقبالؔ جیسے شاعر، مفکر اور دانشور بھی تھے۔ اقبالؔ نے بچوں کے لیے بہت سی نظمیں لکھی ہیں نیز اپنی نظموں سے بچوں کو ترقی یافتہ نظریات سے روشناس بھی کرایا۔ اقبالؔ بچوں کے ادب کی ضرورت اور مسائل سے غافل نہ تھے۔ بچوں کے ادب کے لیے نظمیں تخلیق کرنے کے علاوہ انھوں نے ''بچوں کی تعلیم و تربیت'' کے عنوان سے اپنے ابتدائی دور میں ہی ایک مضمون لکھا تھا جو ''ماہنامہ مخزن لاہور'' کے جنوری ۱۹۰۲ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا اور بعد میں عبدالغفار شکیل کی مرتبہ کتاب ''اقبالؔ کے نثری افکار'' میں شامل کیا گیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبالؔ کو ابتدا ہی سے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال اور بچوں کی نفسیات پر نہ صرف گہری نظر تھی بلکہ بچوں سے طبعی مناسبت اور عادات و اطوار سے بھی پوری واقفیت تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ اقبالؔ کی پرواز بہت اونچی تھی اور اس سطح پر وہ زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتے تھے، لیکن پھر بھی انھوں نے بچوں کے لیے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بہت خوبصورت اور متاثر کن ہیں۔

اقبالؔ نے بچوں کے لیے طبع زاد، اصلاحی، اخلاقی اور وطنی نظمیں لکھیں اور انگریزی سے کئی مفید مطلب نظمیں اخذ و ترجمے کے ذریعہ سے اردو میں منتقل بھی کیں کیونکہ وہ بچے کے ذہن کی تعمیر اس طرح کرنا چاہتے تھے جس سے وہ ایسا انسان بن سکے جو خدا سے آگاہ ہو، صداقت شعار ہو، حریت پسند ہو، ہمدرد اور مجسم ہو، غرور اور تکبر کی لعنت سے پاک ہو، محسن شناس ہو، خدمت گزار ہو، غریبوں کا مددگار ہو، کمزوروں کا حامی ہو، وطن پرست ہو، انسان دوست ہو، برائیوں سے پاک ہو اور پیکرِ عمل ہو۔ ان کی یہ نظمیں بچوں کے ادب میں شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ نظمیں زبان و بیان، اسلوب اور موضوعات کے اعتبار سے بھی اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ ''ایک گائے اور بکری''، ''ایک مکڑا اور مکھی''، ''ایک پہاڑ اور گلہری''، ''بچے کی دعا''، ''ہمدردی'' اور ''ایک پرندہ اور جگنو'' وغیرہ انگریزی سے ماخوذ ہیں۔ ابتدا میں یہ خیال کیا جاتا رہا ہے کہ یہ نظمیں محض ترجمہ ہیں، لیکن بعد میں واضح ہوا کہ ان نظموں کے خیالات انگریزی سے اخذ کر کے اقبالؔ نے ان کی تخلیقِ نو کی ہے کہ ان پر طبع زاد شاعری کا گمان ہوتا ہے۔ چنانچہ ان نظموں کے کردار اور موضوعات میں اصل ماخذ سے قدرے اختلاف پایا جاتا ہے اور پھر ہر نظم کے آخر میں کچھ کام کی بات بھی رکھ دی گئی ہے جو بچوں کے دل میں سیدھے اتر جاتی ہے۔

نظم ''ایک مکڑا اور مکھی'' میں یہ نکتہ بچوں کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ دشمن کی خوشامدانہ بات میں آ کر اپنی حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ ''ایک پرندہ اور جگنو'' میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ دنیا میں سوز و ساز دونوں کے دم قدم سے رونق ہے۔ جب تک انسان کو سکھ کے ساتھ دکھ نہ ملے وہ زندگی کا راز بخوبی سمجھ نہیں سکتا۔ خوشی و غم کے پہلو بہ پہلو وارد ہونے ہی سے انسان ترقی کی منزلیں طے کرتا ہے اور ایک کامیاب زندگی بسر کرتا ہے۔ ''ایک

گائے اور بکری'' میں احسان شناسی کی تلقین کی گئی ہے۔اس نظم کی زبان نہایت رواں اور عام فہم ہے۔نظم ''ایک پہاڑ اور گلہری'' اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ دنیا میں کوئی شے حقیر اور ناکارہ نہیں اور خدا نے ہر چیز کو کسی خاص مصلحت اور ضرورت کے تحت پیدا کیا ہے۔''ہمدردی'' ایک علامتی نظم ہے جس کے کردار بلبل اور جگنو ہیں۔غم خواری اور دستگیری کی یہ منظوم کہانی بچوں میں باہم ہمدردی کے جذبات بیدار کرتی ہے۔''بچے کی دعا'' اردو میں بچوں کے لیے لکھی گئی مقبول ترین نظموں میں سے ایک ہے۔اس کی مقبولیت کا اندازہ اس کے تاثر میں پوشیدہ ہے۔وقت اور عمر گزرنے کے ساتھ تاثر ہلکا ہونے کے بجائے اور گہرا ہوجاتا ہے۔الفاظ کا حسن،ترتیبِ بیان کی شگفتگی اور مصرعوں کی ہم آہنگی اس قدر موٴثر اور دل نشین ہے کہ بعض نامانوس عناصر کی موجودگی کے باوجود ہر مصرع ذہن پر ایک نقش مرتسم کرتا جاتا ہے۔جن لوگوں نے بچپن میں یہ نظم پڑھی ہے یا بچوں کو ذوق وشوق کے ساتھ اس کا ورد کرتے سنا ہے ان کو اس کیفیت کا بخوبی اندازہ ہوگا۔

نظم ''پرندے کی فریاد'' میں ایک قیدی پرندے کی دل دوز گریہ وزاری کا بیان ہے جو اپنے آشیانے اور اپنی آزادی کے ایام یاد کرکے احساسِ اسیری پر آنسو بہا رہا ہے۔''ہندوستانی بچوں کا قومی گیت'' بھی بچوں میں بہت مقبول اور مشہور ہوا۔اس نظم کے ذریعے اقبالؔ نے قوم کے نونہالوں کو ان کی تاریخی،ثقافتی،علمی اور روحانی ورثے کی عظمت اور اہمیت سے روشناس کرایا ہے اور بچوں میں وطن پرستی کے جذبے اور اسلاف شناسی کے رجحان کو فروغ دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔دونوں ہی نظمیں طبع زاد ہیں جنہیں اقبالؔ نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں پیش کرکے ذہن کی پختگی اور فکر کی بالیدگی کا ثبوت دیا ہے۔دونوں نظموں سے ایک ایک بند ملاحظہ ہو:

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے جانا اپنی خوشی سے آنا

(نظم:پرندے کی فریاد)

چشتی نے جس زمیں میں پیغام حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے اپنا عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

(نظم:ہندوستانی بچوں کا قومی گیت)

مذکورہ بالا نظموں کے علاوہ بھی اقبالؔ کی عام نظموں میں کچھ ایسی ہیں جنہیں خاص طور پر بچوں کے ادب میں شمار کرسکتے ہیں۔ایسی نظموں میں ''ترانۂ ہندی'' سرِ فہرست ہے۔یہ ترانہ غالباً اقبالؔ کی مشہور ترین نظم ہے جو بڑوں اور بچوں میں یکساں طور پر مقبول ہے۔اس نظم سے ہندوستان کی محبت ہمارے دلوں میں موجزن ہوجاتی ہے کیوں کہ اس کا ایک ایک شعر دل میں اتر جانے والا ہے اور ہر شعر میں حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب مہاتما گاندھی نے اس نظم کو پڑھا تو ان کا دل بھر آیا اور پھر انھوں نے یرودہ جیل میں سیکڑوں بار اس نظم کو گایا۔اس نظم کے الفاظ انہیں میٹھے لگتے تھے۔میرا خیال ہے کہ

ہندوستان کی تمام زبانوں میں ایسی بے پناہ مقبولیت کسی دوسری نظم کے حصے میں نہیں آئی۔ ''ماں کا خواب''، ''بچہ اور شاعر''، ''طفلِ شیر خوار''، ''چانداور تارے''، ''ایک آرزو''، ''جگنو''، ''عہدِ طفلی'' اور ''بچہ اور شمع'' وغیرہ بھی اقبالؔ کی ایسی فلسفیانہ نظمیں ہیں جو اپنے اسالیبِ موضوعات کی بنا پر بچوں کے ادب میں شامل کی جاسکتی ہیں۔

جہاں تک بچوں کی شاعری کا تعلق ہے اقبالؔ کے یہاں ایسی بہت سی نظمیں ہیں جنھیں ہم بچوں کی نظمیں کہہ سکتے ہیں۔ یہ نظمیں بانگِ درا میں بھی شامل ہیں اور اقبال کے متروک کلام میں بھی۔ مثلاً ''چاند''، ''نیا شوالہ''، ''صبح کا ستارہ''، ''شمع و پروانہ''، ''شہد کی مکھی''، ''ننھی سی ایک بوند''، ''محنت''، ''گھوڑوں کی مجلس''، ''پیامِ صبح''، ''ایک پرندہ اور جگنو''، ''چانداور شاعر''، ''جہاں تک ہوسکے نیکی کرو'' اور بچوں کے لیے چند نصیحتیں'' وغیرہ۔ ان تمام نظموں کی خوبی یہ ہے کہ اگر چہ یہ مقصدیت کے پیشِ نظر کہی گئی ہیں لیکن مقصد ان پر حاوی نہیں رہا بلکہ اقبالؔ کی دوسری شاعری کی طرح مقصد خود فن میں ڈھل گیا ہے۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اقبالؔ نے بچوں کے لیے جم کر شاعری نہیں کی۔ اس کا سبب یہی ہے کہ بچوں کی بہبود سے غافل نہ رہنے کے باوجود اور بچوں کے متعلق نظم اور نثر میں تھوڑا بہت لکھنے کے باوجود ان کی زیادہ تر توجہ بنی نوع انسان کے عالمی مسائل، فرد کی روحانی اور اخلاقی بلندی اور جماعت اور فرد کے رشتے پر مرکوز رہی، لیکن انھوں نے بچوں کے لیے جو نظمیں لکھی ہیں وہ آج بھی اتنی ہی مقبول ہیں جتنی کہ ان کے زمانے میں تھیں۔ اس لحاظ سے ان نظموں کو سدابہار نظمیں کہا جاسکتا ہے۔

اقبالؔ کی شاعری کا غائر نظر سے جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انھوں نے بچوں کے لیے دو قسم کی شاعری کی ہے۔ ایک تو وہ شاعری جس میں شاعر نے ایک معلم کی زبان میں بچوں سے بات چیت کی ہے، ان کو نصیحتیں کی ہیں اور نیکی کی تلقین کی ہے۔ اس شاعری میں زبان بچوں کی نہیں ہے بلکہ بڑی عمر کے معلمِ اخلاق کی زبان معلوم پڑتی ہے۔ دوسری شاعری وہ ہے جو انھوں نے بچوں کی زبان میں پیش کی ہے۔ انھوں نے خود بچہ بن کر بچوں کے ساتھ رواں دواں بحروں میں اشعار کو مزے لے لے کر پیش کیا ہے۔ ابتدا میں بچوں کی ذہنی، علمی اور ادبی تربیت کے لیے یہ دوسری قسم کی شاعری کہیں زیادہ مفید ہے۔ اقبالؔ کے یہاں اس طرح کی شاعری جو بچوں کی اپنی زبان کی شاعری کہی جاسکے کم ہے، لیکن جہاں جہاں بھی ہے اپنا جادو جگا گئی ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیے:

وہی لوگ پاتے ہیں عزت زیادہ
جو کرتے ہیں دنیا میں محنت زیادہ
ہری کھیتیاں جو نظر آ رہی ہے
ہمیں شانِ محنت کی دکھلا رہی ہے
اسی سے زمانے میں دولت بڑھے گی
جو دولت بڑھے گی تو عزت بڑھے گی
کھڑا ہے یہ سنسار محنت کی کل پر
یہ سب کارخانہ ہے اس کل کے بل پر

(نظم: محنت)

قدر آرام کی اگر سمجھو
آدمی کا کبھی گلہ نہ کرو
گائے سن کر یہ بات شرمائی
آدمی کے گلے سے پچھتائی

دل میں پرکھا بھلا برا اس نے
اور کچھ سوچ کر کہا اس نے
یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو لگتی ہے بات بکری کی

(نظم: ایک گائے اور بکری)

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

(نظم: بچے کی دعا)

اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل
چمکا کے مجھے دیا بنایا
ہے لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

(نظم: ہمدردی)

ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا کوئی چھوٹا یہ اس کی حکمت ہے
بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اس نے
مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اس نے
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں
تری بڑائی ہے ! خوبی ہے اور کیا تجھ میں

(نظم: ایک پہاڑ اور گلہری)

متذکرہ بالا اشعار میں سادگی اور سلاست ہے۔ شگفتگی اور روانی ہے۔ موضوعات میں بھی تنوع پایا جاتا ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ اقبال کو بچوں کے لیے دلچسپ اور موثر نظمیں کہنے پر مہارت حاصل تھی۔ دلکش اسلوب اور پر اثر اندازِ بیان نے ان نظموں کی مقبولیت اور افادیت کو دوبالا کردیا ہے۔

اگرچہ کمیت کے اعتبار سے بچوں کے ادب میں اقبال کا حصہ مختصر ہے، لیکن کیفیت کے اعتبار سے غیر معمولی اور ناقابلِ فراموش ہے۔ انھوں نے بچوں کے لیے جو کچھ بھی لکھا اس کے معیار، سلاست اور صحت و افادیت سے کسی طرح کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ وہ نہ صرف بڑوں کے اہم ترین اور معتبر شاعر ہیں بلکہ بچوں کے بھی بہترین شاعر اور معلمِ اخلاق ہیں۔ مجموعی طور پر علامہ اقبال بچوں کے نمائندہ شاعر ہیں۔ انھوں نے بچوں کے لیے جو نظمیں لکھیں وہ موضوع، زبان اور اسلوب کے اعتبار سے بچوں کی ہی نظمیں ہیں جو بچوں کی معصوم خواہشات و جذبات کی ترجمانی کرتی ہے۔ بلاشبہ ان کی ایسی تمام نظمیں بچوں کے ادب کا بیش بہا سرمایہ ہے جو نہ صرف دورِ حاضر بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی یقینی طور پر متاثر کرتا رہے گا۔

کتابیات:

۱ اردو ادبِ اطفال کے معمار، ڈاکٹر خوشحال زیدی، نہرو چلڈرن اکیڈمی، نئی دہلی، ۱۹۹۳ء
۲ اردو میں ادبِ اطفال: ایک جائزہ، ڈاکٹر اکبر رحمانی، ایجوکیشنل اکیڈمی، جلگاؤں، ۱۹۹۱ء
۳ اقبال کی کہانی، ڈاکٹر جگن ناتھ آزاد، ترقی اردو بورڈ، دہلی، ۱۹۷۶ء
۴ بانگِ درا، علامہ اقبال، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء
۵ بچوں کے اقبال، ڈاکٹر عبدالقوی دسنوی، نسیم بک ڈپو لکھنؤ، ۱۹۷۶ء

OO